ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)
ماخذ تحقیقی مجلّہ

بدر مسعود خان
اسسٹنٹ پروفیسر سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔
نسیم مائی
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔
صائمہ سعید
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

سرائیکی شاعری کی نئی جوت

Badar Masood Khan
Assistant Professor in siraiki, The Islamia University of Bahawalpur.
Naseem Mai
Ph.D Scholar in Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur
Saima Saeed
Ph.D Scholar, Department op Pakistani Languages, Alama Iqbal Open University, Islamabad.

New Trend of Modern Siraiki Poetry

Different aspects of poetry have their unique identity. Every verse has a great impact on human life different dimensions of expression have brought marvelous changes in society. Love for the country and the Dharti where he has born is the land of heaven for the poet. There are many dreams in these writings. True picture of rusty and dusty people has become clear. Their lust for wealth and wish for everything made them Animals. So called religions mulaan make it so difficult for common people their love and attachment towards their lord. The only creator Allah Almighty lives in their hearts; it is the message of the day. Siraiki wasib is land of selfless people. They love their internal hobbit. They have never lust for the wealth from unfair means.

Key Words: *Siraiki, Verses, Attachment, Rusty, Lusty, Dusty, Heaven, Dreams.*

سرائیکی شعر وادب اصناف کے حوالے سے ہمیشہ معتبر اور مضبوط حوالہ رہا ہے۔ ڈوہڑہ، قصیدہ، کافی، مرثیہ، قطعہ، رباعی کے علاوہ بے شمار ایسی اصناف بھی موجود ہیں جن کا تعلق سماجی ثقافتی اظہارت اور رسموں ریتوں سے جڑا ہوا ہے۔ ان اصناف میں بیش بہا ایسی بھی ہین جن کو ضبط تحریر نہیں لایا جاسکا۔ موضوعات اور اسلوب کے تنوعات کے پیش منظر زبان کا اظہار غیر معمولی نظر آتا ہے۔ اصناف میں ہیئت کے اسلوب کے تنوعات سے بھرپور شاعرانہ اظہار نمایاں ہے۔ زندگی کو کھر سے خود بخود جنم لینے والے ایسے لوگ گیت بھی ان اصناف کی نمایاں شناخت ہیں، پھولوں کی خوشبو اور چاندنی کی ٹھنڈک لیئے یہ گیت انسانی سانسوں میں رچ گئے ہیں بیسویں صدیکے نصف ثانی کے آغاز سے سرائیکی نظموں میں عہد کا خوبصورت اظہار شاعری سے ممکن ہے انسان کی شناخت اسکی تہذیب وثقافت میں پنہاں ہے۔

شاعر کو جہاں اپنے وسیب سے عقیدت ہوتی ہے وہاں اسکے بسنے والے لوگوں سے بھی عشق ہوتا ہے۔ شاعر اپنے وسیب اور اپنی دھرتی کو سجا سنوار اور خوش حال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس خوشحالی کے لئے کئی خواب اپنے سینے میں چھپائے رکھتاہے اور ان خوابوں کی تعبیر وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکی شاعری میں ان خوابوں کی تعبیر نمایاں ہو جاتی ہے۔ اپنی دھرتی کی ترقی کے خواب اسکی امیدوں کا محور بن جاتے ہیں۔ عبداللہ یزدانی اپنی دھرتی کا روشن مستقبل یوں دیکھتے ہیں۔

ہر وستی وچ ملاں لگسن اتھ سونے دیاں سلھاں لگسن
کل اتھاں ریلاں وی چلسن ساڈے سارے ڈکھڑے ٹلسن
چشمے ندیاں نہداں واہسن ساڈے سارے ڈکھڑے ٹلسن
اتھاں عشق دے روگی وسدن یزدانی جہئیں جوگی وسدن[(۱)]

کسی بھی خطے کی خوشحالی کا دارومدار جہاں اس دھرتی کی مضبوط معشیت پر ہوتا ہے۔ وہاں اگر دھرتی کے حکمران فنون لطیفہ وعلم وادب کو پسندیدگی، سرپرستی اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو نہ صرف وہان تخلیق کار پیدا ہوتے ہیں بلکہ شاہکار تخلیقات کے ذریعے تاریخ وثقافت کے خدوکال ابھارنے میں اپنا جمالیاتی کردار ادا کرتے ہیں ۱۴ ویں صدی سے ۱۶ ویں صدی تک کے عرصے کو ہیومنزم کے جوبن کا زمانہ جانا جاتا ہے۔ اس تحریک کی روشنی کی کرن، فطرت پسندی، جدیدیت، مارکسیت اور جدیدیت سے ہوتی ہوئی سرائیکی دھرتیکے شعراء تک آن پہنچی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے، یہاں بھی اسے سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا ہے وہ آج بھی در بدر ہے اسکی روح بے چین اور دل بے قرار ہے، غربت نے اُسے تباہ کر دیا ہے۔ فریاد ہیروی یوں گلہ شکوہ کرتے ہیں۔

"ولا زخمی انا وتیچن تے آگئے بھرا اپنا بھرا وتیچن تے آگئے
اوں گردے ویچ کے معصوم پالین اے شخص اپنا خدا وتیچن تے آگئے
مسیحا مورد الزام دا پپی بیمار اپنی دوا وتیچن تے آگئے
اتھاں خوشبو گلا بیں دی وکاؤ ہے کوئی باد صبا وتیچن تے آگئے(۲)

وسیب کے شعراء نے صرف لفظوں کا سہارا لے کر شاعری نہیں کی بلکہ روح، وجدان اور الہام کو شاعری میں پرو دیا ہے۔ وسیب کے دکھ درد اور محرومیوں کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ٹھیٹھ سرائیکی الفاظ، تریبیں، علامتیں اور استعارے اس شاعری کا محور ہیں۔ شاعری کی کائنات کی وسعتوں کا اندازہ کرنا ممکن نیں لیکن اسکے آسمان پر روشن ستارے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی روشنی سورج کی مرہون منت ہے جو احساسات اور جذبات کا سر چشمہ ہے، جو فن کار جتنی زیادہ تپش قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسکی روشنی اس قدر زیادہ ہوتی ہے خوبصورتی ہر شخص کو متاثر کرتی ہے لیکن یہ خوب صورتی کا ایک رخ ہے جبکہ شاعر کی نظروں میں خوبصورتی کے سارے رخ سمائے ہوتے ہیں۔ کائنات کے خالق کا نیا تصور اس ہستی سے قربت کا احساس دلاتا ہے۔ ایسی اپنائیت جو شاید پہلے نہیں تھی، آج اُسے رب ذوالجلال سے ہمکلام ہونے کا موقع ملا ہے۔ شمیم عارف قریشی لکھتے ہیں۔

"اساں خلق کوں روز سلام کیتے اساں رب دے نال کلام کیتے
رب گوٹھیں وچ رب ساٹھیں وچ رب گھٹ کنوار دیاں گالھیں وچ
رب کانیں کاہیں ٹالھیں وچ رب کل فقیری حالیں وچ
رب اساڈے ون وسرام کیتے اساں رب دے نال کلام کیتے(۳)

جیتا جاگتا شاعر نا صرف اپنے حال اور ماضی سے واقف ہوتا ہے بلکہ زمانے کے کرب اور اذیت کو نہ صرف دیکھتا ہے بلکہ محسوس کرتے ہوئے خود اس کا تجربہ اپنی ذات سے بھی کرتا ہے۔ وہ سقراط، عیسیٰ، منصور اور سرمد کو دار پر دیکھتا ہے اور ان کے زبانوں کی ذہنی سطح کا ماتم کرتا ہے۔ جبر کی اندھیری راتوں کا تذکرہ بھی اسکا بیانیہ ہوتا ہے۔ اپنے زمانے کی سچائیوں کو بیان کرنے کو حوصلہ رکھنے والا شخص ہی بڑا شاعر ہوتا ہے اپنی شاعری میں معنوی پرواز اور فکری طاقت اتنی مضبوط اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے کہ پڑھنے والے کو حیرت کے سمندر مین جانے پر مجبور کر

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

دیتی ہے۔ طاقت کا نشہ دھن دولت کے انبار لگا دینے کی دھن، عیش و عشرت جنسی لذت کی ہوس نے اسے اشرف المخلوقات کے درے سے کہیں بہت نیچے پستی میں گرا دیا ہے سماج میں رہتے ہوئے شعور کی آنکھ کو بیدار کرنا اور نت نئی راہیں تلاش کر کے ان رستوں پر سفر کرنا شاعر کا کمال ہوتا ہے۔ اپنی شناخت کرنا اور اسکا بیانیہ میں اصل شاعر کا مقام و مرتبہ متعین کرتے ہیں۔ ہیروی لکھتے ہیں۔

اساں کہیں دی ذات دا نوحہ ہیں   اساں اپناں آپ وقوعہ ہیں
اساں آندے سال دی وسوں ہیں   اساں گزریے سال دا قصہ ہیں
اساں نور ہیں کہیں دے اکھیں دا   اساں کہیں دی اکھ دا تارا ہیں
اساں آندی رات دی بڈکی ہیں   اساں ویندی رات دا بھالا ہیں[۴]

جب شاعر فانی دنیا کے ساتھ تما جھوٹے رشتے توڑ کر اس پاک ذات کے ساتھ پکا سچا رشتہ جوڑ لیتا ہے تو ایسی شاعری پر وصال اور قرب کی مضبوط چھاپ نظر آتی ہے شاعر مجاز کے رنگ میں بھی حقیقت کی بات کرنے کا دعویدار ہے ایسی شاعری ہی وسیبی شاعری کہلاتی ہے جس میں وسینکوں کے دکھ درد، خوشیاں اور ان کے نت نئے انداز، رسمیں ریتیں آنکھیں کولتی نظر آتی ہیں۔ خالق کسی بھی روپ میں ہو، ازلی ابدی رشتہ اٹوٹ ہے۔ ارشاد تونسوی کا رشتہ اپنے خالق سے کیوے جڑا ہے لکھتے ہیں۔

"توں ستی ساوتری توں رادھا ستمان
توں سیت توں کامنی سبھے تیڈے نام
میں راجا نہ راٹھ نہ موہن نہ رام
اپنی پریم کتھا ہک ادھوری شام[۵]

فنی شعور کا ثبوت دیتے ہوئے وسیب کے گہرے مشاہدے اور زندگی کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار شعراء نے جاء بجا کیا ہے جسکی بدولت ماضی میں بہنے والے اس دریا میں ہلچل پیدا ہوتی ہے جس نے اپنا روپ بدل کر طوفان کی شکل اختیار کر لی ہے جس کی بلند و بالا لہروں نے بہت سے سیب اور موتی پانی کی گہرائیوں سے لا کر کنارے پر دھرتی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ان جواہرات اور موتیوں کی چمک دمک نے دیکھنے والوں کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہے، ایسی شاعری کسی حساس دل کے لیئے انجان نہیں ہوتی یہ شاعری صدیوں سے فطرت کی زبان بولتی رہی ہے۔ جب سچا اور

اور مخلص رشتہ کہیں نظروں سے اوڈھر ہوتا ہے تو آنکھیں بھر آتی ہیں دل مونجھا ماندہ ہو جاتا ہے بہار کا موسم بھی مونہہ پھیر لیتا ہے اور خزاں ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ فیض تونسوی لکھتے ہیں۔

"اکھ میڈی اشک بار ڈسدی ہے   وانگ ساونن پھنوار ڈسدی ہے
میڈا سانول نظر نئیں آندا   میکوں دنیا اندار ڈسدی ہے
کوئی خوشی اج تاں نئیں بھاندی   جگ توں دلڑی بیزار ڈسدی ہے
فیض بیٹھاں میں نوح دی بیڑی تیں   بے خطر خوف پار ڈسدی ہے۔(۶)

شعراء نے اپنی جداگانہ سوچ کی روشنی سے کچھ نئے نقش بنائے ہیں وسیب کی گھن گرج میں اپنی آواز تلاش کرنے اور اسے نمایاں کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس شاعری کی عمومیت اور وسعت نے اس کو ہر دور کی آواز بنا دیا ہے، حسن و عشق کی رمزوں میں وسیب اور زمانے کی سچائیوں اور حقیقتوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔ ایسے خیالات اور جذبات اس شاعری کا خاصہ بنتے ہیں جس میں انسان کے دکھ درد سموئے ہوئے ہیں۔ یہ شاعری وسیب کے لوگوں کے دھرتی سے ازلی رشتے کی نشانی ہے اس میں آنسوؤں کا بہاؤ بھی شامل ہے اور حسرتوں کی سسکیاں بھی موجود ہیں وسیب کی بدلتی ہوئی اقدار پر طنز اور معاشرے کی عمومی صورتحال بارے چونکا دینے والے تبصرے بھی شامل ہیں۔ دکھ اور تکلیفیں دینے والے بہت ہیں جبکہ زخموں پر مرہم رکھنے والے ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ محمد اسلم مبتلا لکھتے ہیں۔

"ہر ویلے اتھ ڈنگن کیتے تیار کھڑن زہریلے لوک
سکھا ڈیکھ نی سہندے اصلوں ڈاہڈے ہن دردیلے لوک
حال سناون والے مجھن اپنا سجن جہیں کوں
سچیاں گالھیں سنن دی نئیں کہیں وچ ہمت اسلم
انیویں میڈے نال بے تھیندن اتھاں کالے نیلے لوک(۷)

اگر شعر کہنا جذبات و احساسات کا نام ہے، روح کی ترجمانی اور قلبی واردات کا اظہار شعر میں پنہاں ہے، دل کی فریاد اور زندگی کے دکھ سکھ، رونا اور ہنساہ دوسروں کو رلانا یا ہنسانا شاعری ہے تو دنیا جہاں کو کوئی بھی ایسی جگہ نہیں رہ جاتی جہاں شاعری کا وجود نہ ہو شاعری ایک تہذیب کا نام ہے جو فطرت سے نمو پاتی ہے کوئی بھی انسان چاہے وہ لق و دق صحراؤں میں جنگلی بیابان کا رہائشی ہو، تپتے ہوئے صحراؤں میں رہتا ہو۔ دکھ اور سکھ سے الگ ہیں رہ سکتا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 2, (April to June 2023)

کیوں کہ یہ دو جذبے ہی دراصل زندگی کا دوسرا نام ہے۔ جہاں کا باسی انسان ہوتا ہے اسکی دھرتی کے ذرے ذرے سے اس کا لگاؤ جذباتی ہوتا ہے۔ وہ اپنی مٹی سے وطن سے محبت کرتا ہے اس کو یہ زمین جنت کا ٹکڑا دکھائی دیتی ہے۔ وہ اس کے چپے چپے کو سینے میں سمو دینے کا متمنی رہتا ہے اس کو پھولوں کی شہزادی سمجھتا ہے۔ غفار بابر لکھتے ہیں۔

"توں ہیں حسن چناب دی سوہنی ، دل اپنا مہینوال
تیکوں ڈیکھ کے رانجھا بھلیا، ہیر دا حسن جمال
سسی جان کے دل دا پنوں، کیھڑے دے خوب دھمال
تیکوں ڈیکھ کے مور وی اپنی بھل ویندے ہن چال
تیڈا حسن جمال شباب ہے اللہ ڈتی ڈات
مکھڑا تیڈا چن ورگا تے زلفاں کالی رات
توں پھلاں دی شہزادی ہیں تتلی وانگ آزاد
توں راہویں بس کھلدی ہنسدی ہر دم شاد آباد (۸)

شعراء نے شاعری کی نئی جوت جگا کر اس میں نئی روح پھونک دی ہے۔ زندگی کے حیاتی سے مزین رنگوں کو ملا کر نئے ست رنگی دنیا آنکھوں کے سامنے لا کھڑی کی ہے۔ احساسات اور جذبات کے گہرے سمندروں کیتھوں سے ایسے سیپ اور موتی ڈھونڈ نکالے ہیں جن کی بدولت دنیا کی رنگینیوں میں بھرپور اضافہ ہوا ہے۔ گنگدام لوگون کو زبان عطا کی گئی ہے۔ محروم اور مجبور لوگوں کو جینے کا حوصلہ دان ہوا ہے۔ زندگی کا مثبت رُخ سامنے آیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبداللہ یزدانی، آسماناں توں لتھے پھل، ڈیرہ اسماعیل خان، دامان آرٹس کونسل، ۱۹۹۹ء، ص:۱۴۹

۲۔ فریاد ہیروی، جاگدی رت اچ، ڈیرہ غازی خان، سجاک ادبی سنگت، ۲۰۱۱ء، ص:۳۳

۳۔ شمیم عارف قریشی، نیل کتھا، ملتان، جھوک پبلشرز، ۲۰۰۸ء، ص:۲۹

۴۔ فریاد ہیروی، کوئی اسمان تیں کلہا ہوسی، ملتان، سنجاک ادبی سنگت، ۲۰۱۳ء، ص:۱۹۴

۵۔ ارشاد تونسوی، ندی ناں سنجوک ، ملتان، سرائیکی ریسرچ سنٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ، ۲۰۰۶ء، ص:۶۵
۶۔ فیض تونسوی، پریت داڈکھ، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ،۱۹۹۶ء، ص:۱۵
۷۔ محمد اسلم میتلا، ڈکھ سنجوک، خانیوال، میتلا پبلی کیشنز،۱۹۹۳ء، ص:۸۲
۸۔ غفار بابر، پھل کنڈے، ڈیرہ اسماعیل خان، قاصر ادبی فورم، ۲۰۰۲ء، ص:۴۷